ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ دسمبر ۱۹۶۰ء

ہدیہ ۴ر

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

آدمیّت

چیست الماس اے عزیز نکتہ سنج
گوہرِ یک دانہ اش بہتر ز گنج

گرچہ از جنسِ زغال کم بہاست
بر سرِ تاجِ شہنشاہیش جاست

گوہرِ محکم تر و نایاب تر
ہم درخشندہ تر و پُر آب تر

مثلِ وے کانے و دریا نادرید
چشمِ انجم ہم نظیرش را ندید

از چہ دارد ایں ہمہ رخشندگی
پرتوِ خود دادہ اش تابندگی

ذرّہ ہائے خاک را ہم نورِ آں
بر ستارہ می کند چشمک زناں

ماہ ہم گیرد ازو نور و ضیا
از ہمیں نور است ما را دل رُبا

میوہ را شیریں کند رنگے دہد
رنگ ہم رنگے کہ ما را دل بُرد

سنگِ تیرہ از شعاعِ آفتاب
چوں ہمی گردد عظامی لعلِ ناب

از چہ انسانے بدیں حسن و جمال
بر نگیرد پرتوِ صاحب کمال

آدمی کو ز تربیت اثر
می نگیرد نیست انساں ہست خر

خاک بر سر آدمیت ہائے اوے
بہتر از وے آہن ست و سنگ رُوے

آدمیت تو چہ پنداری کہ چیست
آدمیت جسم و جان و گوشت نیست

آدمیت گوہرِ بحرِ سخا
آدمیت جوہرِ کانِ وفا

آدمیت را عدالت پاسباں
آدمیت را شجاعت حرزِ جاں

آدمیت با جہالت دشمنے
آدمیت را جہالت رہزنے

آدمیت را دبستانے قدم
کو سبق خواندست از لوح و قلم

آدمیت گنجِ عرفاں را کلید
آدمیت بوسعیدؒ و بایزیدؒ

صدقِ صدیقؓ آدمیت را ثمر
عدلِ فاروقؓ آدمیّت را گہر

آدمیّت ہست از عثماںؓ حیا
آدمیّت قوّتِ شیرِ خداؓ

آدمیّت جوہرِ ذاتِ خلیل
آدمیت را ست خادم جبرئیل

دستِ داؤد آدمیت را جلال
حُسنِ یوسف آدمیّت را جمال

آدمیّت را یدِ موسیٰؑ نشاں
آدمیّت را دمِ عیسیٰؑ ست جاں

آدمیّت را ست کشتی موجِ نیل
آدمیّت را بود دشمن کفیل

آدمیّت جامعِ اضداد ہا
آب و آتش ہا و خاک و باد ہا

آدمیّت نکتۂ صنعِ حکیم
آدمیّت پرتوِ ذاتِ قدیم

آدمیّت ہست مسجودِ ملک
آدمیّت را قدم بر نُہ فلک

آدمیّت مظہرِ ذاتِ خُدا
آدمیّت را فراز عرش پا

آدمیّت را خرد خدمت گزار
آدمیّت نائبِ پروردگار

آدمیّت می نباشد بیش و کم
کو نہ از کیف ست و نے ہستے زکم

آدمیّت می نہ گنجد در جہات
آدمیّت ہست ظلِّ عینِ ذات

آدمیّت بر دو گون آمد محیط
آدمیّت نے مرکّب نے بسیط

آدمیّت را ز آدمؑ ابتدا
آدمیّت را بہ احمدؐ انتہا

ابتدائے ابتدائش انتہا
ابتدائے انتہائش از خُدا

آدمیّت علّتِ ایجاد ہا
کُنتُ کنزاً مخفیاً بر ایں گوا

آدمیّت را درُود از کبریا
آدمیت ہست محبوبِ خُدا

آدمیت راست ننگے از یزید
کآدمیّت شُد ز دستِ او شہید

آدمیت راست آں قدرت ز حق
می کند جرمِ قمر ز انگشت شق

آدمیت راست پستی بولہب
صُورتِ او حبش بیں سیرِ عرب

آدمی! از سنگِ تیرہ کم نہٖ
گر ازو ہم کمتری آخر چۂ

گیر بر خود پرتوِ صاحب ہُنر
تا عزیزِ خلق باشی چوں گہر

آدمیّت را مدہ از دست خود
اے عظامی تا رہی از نیک و بد

آدمیّت ہست جانِ آدمی
ورنہ ہیچ استے جہانِ آدمی

اے عظامی حرف از رازے مگو
با چنیں پائے دریں راہے مپو

راز ہا گفتن دلیلِ خامی است
مُوجبِ بدنامی و ناکامی است

قصّۂ منصور را نہ شنیدہ ای
راز گفتن را سزائے دیدہ ای

یا برنگِ آں جگر بندِ بتول
راز را از خوں بدہ رنگِ قبول

(حضرت عظامی (مرحوم) تلمیذ حضرت گرامی (مرحوم))

هفت روزہ
خدام الدین
لاہور

فون نمبر ۔ ۶۷۵۴۵

جلد ۶ | ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۶ر دسمبر سنہ ۱۹۶۰ء | شمارہ ۳۲

عالمی بحران میں اضافہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ الآیۃ ۔

کہ بر و بحر میں فساد برپا ہو گیا (اس کی وجہ خود) اُن لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اور اپنی کرتوتیں) ہیں ۔

خود کردہ را چارہ چیست ـــــ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے ۔ اس کے لئے اکٹھے ہو کر رہنا اور اجتماع کی صورت میں نزاعات و مشاجرات کا فیصلہ ، نظم و نسق اور عدل و انصاف کا قیام اور اس کے لئے باہمی مشورہ ، سے مناسب انتظامات کرنا اس کا فطری تقاضا تھا ۔ مگر وہ اللہ تعالےٰ کے پیامبر آنے اور صحیح راہ عمل بتائے جانے کے بعد بھی بگڑ گئے ۔ آپس میں دست و گریباں ہو گئے ۔ کالے ، گورے غربی اور شرقی کے سوالات کو آڑ بنا کر حرص و آز کے مقتضیات کی تکمیل ، اور لوٹ کھسوٹ کے ذریعہ دوسروں کے اموال و املاک پر تصرف جمانے کی جد و جہد میں مصروف ہو گئے ۔ اللہ تعالےٰ کے فرستادہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے آسمانی ہدایت نامہ سے روگردانی کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا ۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ۔

دُنیا سے امن و چین رخصت ہو گیا ۔ بلکہ اس کی امیدِ موہوم بھی ختم ہو گئی ۔ اور ہو بھی کیسے سکتی ہے ۔ جب مقصد ہی انفرادی یا اجتماعی خود غرضی ، معاشی تفوق اور جاہ و اقتدار ہو ۔ خوفِ خدا ۔ محاسبۂ آخرت یا بنی نوع کی ہمدردی کا خیال ہی اُٹھ گیا ہو ۔ پھر انسانیت کیسی اور انسان کہاں ۔

بنی نوع انسان اپنی حقیقت کو بھلا کر عرصہ دراز سے خود فراموشی کے ان نتائج بد کا شکار ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد سے تو تقریباً ساری دنیا دو متحارب گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہو چکی ہے ۔ یہ جنگ کہیں کہیں سیف و سنان اور توپ و تفنگ کے ساتھ جاری ہو جاتی ہے ۔ اور کہیں سرد جنگ اور اعصابی لڑائی کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے ۔ کہ بعض سیاستدانوں کو یہ کہنا پڑتا ہے ۔ کہ اب تو دو میں سے کسی ایک گروپ کے سایۂ عاطفت ہی میں پناہ مل سکتی ہے ۔ کہتے ہیں ۔ اب وہ وقت گزر گیا ۔ جب کہا جاتا تھا ؎

اگر خواہی سلامت بر کنار ست

اچھا تو پھر اپنی اس کامیاب سیاست کا مزہ چکھیں ۔

اقوامِ متحدہ

دوسری جنگ عظیم جب خاتمہ کے قریب پہنچ گئی تو مغربی اقوام نے جرمنی پر ساحل سے حملہ کر دیا اور جرمنی میں بھی اپنی فوجیں اتار کر بعجلت تام برلن تک پہنچنے کی کوشش کی ۔ دوسری طرف سے ان کے حلیف رُوس نے یلغار تیز کر کے ان سے پہلے برلن پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ خدا تعالےٰ کا کرنا ایسا ہوا ۔ کہ دونوں کی رفتار برابر رہی اور برلن آدھا اِدھر آدھا اُدھر آ گیا ۔ اس طرح ہٹلر کا دارالخلافہ دو بڑی طاقتوں میں بٹ گیا ۔ ان طاقتوں نے نتائجِ فتح کو باہمی آویزش سے بچانے اور اقوامِ عالم میں میزانِ عدل قائم کرنے کے لئے متحدہ انجمن بنالی ۔ یہ انجمن بظاہر متحد مگر بباطن مختلف تھی ۔ انہوں نے روس کو ساتھ ملایا ۔ مگر اس لئے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہ تھا ۔ اور اس کو اقوام کی اکثریت ہی سے پابند کیا جا سکتا تھا ۔ اس انجمن نے چھوٹی بڑی اقوام کی نمایندگی کا دعوےٰ کیا ۔ مگر اصل بیماری ساتھ چمٹی رہی ۔ یعنی چند بڑوں نے اپنے لئے ویٹو (تنسیخ) کا حق تجویز کر لیا ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیکورٹی کونسل کی اکثریت اگر کسی بات پر متفق ہو جائے اور ان اکابر مجرمین میں سے کسی ایک کو اس سے اختلاف ہو ۔ تو وہ سارے اجلاس کے متفقہ فیصلے کو اپنی انفرادی رائے سے جب چاہے رد کر سکتا ہے اور یہ ہے جمہوریت کی وہ روح جو دُنیا بھر کے سیاستدانوں نے مل کر اقوامِ متحدہ کے قالب میں ڈالی ہے ۔ حفاظتی کونسل کے پانچ مستقل ممبروں میں ایک اشتراکی روس ہے ۔ گویا سامری کے اس بچھڑے میں اقوامِ متحدہ کے چارٹر نے جان ڈال دی ۔ پھر بنی اسرائیل کی بھیڑیں کس طرح بچ سکتی تھیں ۔ بہتوں نے اس کو اللہ مان لیا ۔ اب تو طور سے کوئی موسیٰ آئے گا ۔ اور فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ کے حکم کے تحت قربانیاں دی جائیں گی ۔ تب ہی شاید توبہ قبول ہو ۔

حق تنسیخ کی یہ تلوار کشمیر کے مسئلہ میں ہم پر بھی چلی ۔ اب اس نے پھر چمک دِکھائی اور موروطینیہ پر (جو مراکش کا ایک حصہ ہے اور جسے فرانس نے ابھی ابھی مراکش سے علیحدہ کر کے آزادی دی ہے) برس گئی ۔ مراکش کا دعوےٰ ہے کہ موروطینیہ مراکش کا جزو ہے اس کو ہمارے ہی ساتھ ملایا جائے ۔ لیکن چٹ منگنی پٹ بیاہ ۔ اس نے آزاد ہوتے ہی اقوامِ متحدہ کا ممبر ہونے کی درخواست کر دی ۔ اور ادھر مغربی گروپ والوں میں سے بعض نے اس کی آزادی بھی تسلیم کر لی ۔ مگر روس نے ویٹو استعمال کر کے اس کی ممبری کالعدم کر دی ۔ گویا موروطینیہ کا مسئلہ بھی دو گروپوں کی رسہ کشی کا میدان بن گیا ۔

کانگو پہلے ہی سے اقوامِ متحدہ کے لئے ٹیڑھی کھیر بنی ہوئی ہے ۔ نہ اگلی جا سکے نہ نگلی ۔ آخر کار بیچارہ لومبا گرفتار ہوا اور اُسکی خوب پٹائی بھی ہوئی اور پُرانے وزیروں کے ساتھ ایسا ہوا ہی کرتا ہے ۔

اس کی گرفتاری کے بعد مذکورہ دونوں گروپوں کی رقابت سے پوری طرح پردہ اُٹھ گیا ۔ لومبا کی حمایت میں بہت کچھ کہا گیا ۔ روس نے یہاں تک کہہ دیا کہ عنقریب سُورج طلوع ہو گا ۔ اور سامراج کا اندھیرا رخصت ہو جائیگا (جیسے کہ وہ نوآبادیات کا لیڈر ہو) ساتھ ہی مسٹر لومبا کے سیکرٹری اور حامی نے مشرقی کانگو میں اپنی آزاد حکومت کا اعلان کرتے ہوئے یہ بیان دیا ہے کہ افریقہ اور یورپ کے متعدد ممالک نے ہمیں مدد دینے کا وعدہ کیا ہے بظاہر وہاں خانہ جنگی اور بیرونی مداخلت بڑھ جانے کے امکانات ہیں ۔ اللہ تعالےٰ افریقہ پر رحم فرمائے ۔

ادھر مشرق وُسطیٰ میں بھی آگ کی چنگاریاں دکھائی دے رہی ہیں ۔ اُردن عراق کا معاہدہ مشکوک نظروں سے دیکھا جا رہا ہے ۔ اُردن کی فوجوں کا کمانڈر ان چیف بغداد آیا ۔ اور

اَحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عیادت میں تسکین دینے کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا متّفق علیه۔

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اپنا سیدھا ہاتھ اس پر پھیرتے اور فرماتے اذهب البأس ربّ النّاس واشف انت الشافی لا شفاء الّا شفاءك شفاء لا يغادر سقما۔ یعنی اے پروردگار لوگوں کے دُور کر بیماری کو اور شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں ہے شفا مگر شفا تیری وہ شفا جو نہ چھوڑے کسی بیماری کو۔

بیمار کے لئے دُعا کا بیان!

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْئُ مِنْهُ اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جَرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا متّفق علیه

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے بدن کی کسی چیز کی شکایت کرتا یعنی درد یا بیماری وغیرہ کی یا اس کے جسم میں پھوڑا یا زخم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی اٹھا کر فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ یعنی برکت حاصل کرتا ہوں میں خدا کے نام سے۔ ہماری زمین کی یہ مٹی ہمارے بعض آدمیوں کے لعاب دہن سے آلودہ ہے۔ شفا دیا جائے ہمارا بیمار ہمارے پروردگار کے حکم سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ لعاب دہن سے انگشتِ شہادت کو آلودہ کر کے زمین پر رکھتے اور لعاب میں مٹی کو آغشتہ کر کے بیمار کے درد پھوڑے یا زخم پر رکھ دیتے اور یہ دعا فرماتے)۔

معوذتین پڑھ کر دم کرنے کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ كُنْتُ اَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ متّفق علیه وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَتْ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ۔

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے۔ تو قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے۔ اور جسم پر ہاتھ پھیرتے جہاں تک آپؐ کا ہاتھ پہنچتا۔ پس آپ جب اس بیماری میں مبتلا ہوئے۔ جس میں آپؐ نے وفات پائی تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ پڑھ کر میں آپؐ کے ہاتھوں پر دم کرتی اور پھر آپؐ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم پر پھیرتی ...... اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ گھر کے آدمیوں میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو آپؐ اس پر یہ دونوں سورتیں پڑھ کر دم فرماتے۔

درد کی دُعا

عن عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ يَاْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت عثمانؓ بن ابی عاص کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درد کی شکایت کی جو ان کے جسم میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا۔ جس جگہ درد ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ کہہ کر اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں خدا کی عزّت اور قدرت کے ذریعہ اُس چیز (درد) کی برائی سے اور ڈرتا ہوں (اس کی زیادتی سے)، عثمانؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اسی طرح کیا اور خدا نے میری تکلیف کو دُور فرما دیا۔

بیماری کی دُعا!

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ جِبْرِئِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمدؐ! کیا تم بیمار ہو۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ جبرئیلؑ نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ۔ یعنی خدا کے نام سے تم پر افسوں پڑھتا ہوں ہر اس چیز سے جو تم کو اذیّت پہنچائے اور ہر اس شخص کی برائی اور ہر حاسد آنکھ سے اللہ تم کو شفا دے خدا کے نام سے تم پر افسوں پڑھتا ہوں۔

مصیبت بھلائی ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ... رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کے ساتھ خداوند تعالیٰ بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ بھلائی حاصل کرنے کے لئے مصیبت زدہ ہو جاتا ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو نہیں پہنچتا کوئی رنج، کوئی دُکھ، کوئی فکر کوئی غم اور کوئی ایذا۔ یہانتک کہ کوئی کانٹا۔ مگر یہ کہ دُور کرتا ہے اللہ تعالیٰ بسبب اِس کے اُس کے گناہوں کو۔

خطبۃ یوم الجمعۃ ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ر دسمبر ۱۹۶۰ء

از: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

الاحکام الالٰہیۃ

المتعلقۃ للانفاق فی سبیل اللہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے وہ احکام جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق ہیں۔

نمبر ۱

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (سورۃ البقرۃ ع ۳۶)

ترجمہ:- ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں - ایسی ہے - کہ جیسے ایک دانہ کہ اُگائے سات بالیاں - ہر بالی میں سو سو دانہ - اور اللہ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے - اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے -

یعنی

ہر ایک شخص کی نیت کو جانتا ہے - جس کی نیت میں محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مطلوب ہوگا - ان کے درجے بڑھاتا جائے گا - حتّٰی کہ جو لوگ محض رضاء الٰہی کے لئے صدقہ وخیرات کریں گے - ان کے صدقہ وخیرات کو سات سو گنا تک بڑھا دے گا - وما ذٰلک علی اللہ بعزیز -

نمبر ۲

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًی لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ رکوع ۳۶ پارہ ۳) -

ترجمہ:- جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں - پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں - انہیں کے لئے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے - اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے -

حاصل یہ

کہ جس مسکین کی خدمت کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے - نہ اس کو یہ احسان جتلایا جائے اور نہ ستایا جائے - ایسے نیکی کرنیوالوں کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملیگا -

نمبر ۳

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی الآیۃ (سورۃ البقرۃ رکوع ۳۶ پارہ ۳) -

ترجمہ:- اے ایمان والو - احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو ٭

حاصل

یہ ہے کہ مسکین کو خیرات دے کر بعد میں اس پر احسان جتلا کر اور اسے روحانی ایذا پہنچا کر اس خیرات کا اجر ضائع نہ کردو -

نمبر ۴

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی ؕ وَ اللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ۝ (سورۃ البقرۃ ع ۳۶ پ ۳) -

ترجمہ:- مناسب بات کہ دینا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے - جس کے بعد ستانا ہو - اور وہ بے پرواہ نہایت تحمل والا ہے -

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم!

"یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی پر درگزر کرنی بہتر ہے اس سے کہ دیوے - پھر اس کو بار بار یہ سمجھے - کہ میں نے تو اللہ (تعالیٰ) کو دیا ہے - اس کو کیا پرواہ ہے - مگر اپنا بھلا کرتا ہوں -

حاصل

یہ ہے کہ اگر مسکین کو خیرات دے کر ستانا ہی ہے - تو اس سے تو بہتر ہے کہ مسکین کو کہہ دو - کہ بابا معاف کرو - اللہ تعالیٰ تم سے بے پرواہ ہے - مسکین کو اللہ تعالےٰ کسی اور بندے سے دلوا دے گا -

نمبر ۵

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی ۙ کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا ؕ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (سورۃ البقرہ رکوع ۳۶ پارہ ۳) -

ترجمہ:- اے ایمان والو! احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو - اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے - اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا - سو اس کی مثال ایسی ہے - جیسے صاف پتھر - کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو - پھر اس پر زور کا مینہ برسا - پھر اس کو صاف کر دیا - ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی - اور اللہ کافروں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا -

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"اور مثال خیرات کی جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیں نکلیں - سات سو دانے ملے - یہاں فرمایا - کہ نیت شرط ہے - اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا - تو جیسے دانہ بویا پتھر میں جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی - جب اس پر مینہ برسا وہ صاف رہ گیا - اس میں سے کیا اُگے گا -

نمبر ۶

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کَمَثَلِ جَنَّۃٍۢ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (سورۃ البقرۃ ع ۳۶ پ ۳)

ترجمہ:- اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے [illegible]

اپنے دلوں کو مضبوط کر کے خرچ کرتے ہیں۔ ایسی ہے۔ جس طرح بلند زمین پر ایک باغ ہو۔ اس پر زور کا مینہ برسا۔ تو وہ باغ اپنا پھل دگنا لایا۔ اور اگر اس پر مینہ نہ برسا۔ تو شبنم ہی کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

حواشی

نمبر ۱

اوپر مثال خیرات کی جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیں نکلیں۔ سات سو دانے ملے۔ یہاں فرمایا۔ کہ نیت شرط ہے۔ اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا۔ تو جیسے دانہ بویا پتھر ہیں۔ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی۔ جب مینہ پڑا۔ وہ صاف رہ گیا۔ اس میں سے کیا اُگے گا۔

نمبر ۲

مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا۔ اور اوس سے مراد ہے تھوڑا مال۔ سو اگر نیت درست ہے۔ تو بہت خرچ کرنا بہت ثواب اور تھوڑا بھی کام آتا ہے۔ جیسے خاصی زمین پر باغ ہے۔ جتنا مینہ برسے اس کو فائدہ ہے۔ بلکہ اوس بھی کافی ہے۔ اور نیت درست نہیں۔ تو کس طرح زیادہ خرچ کرے۔ اور ضائع ہے۔ کیونکہ زیادہ مال دینے میں دکھاوا بھی زیادہ ہے۔ جیسے پتھر پر دانہ۔ جتنا زور کا مینہ برسے۔ اور ضرر کرے۔ کہ مٹی دھوئی جاتی ہے ۱۲۔

نمبر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (سورۃ البقرۃ ع ۳۷ پ ۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے ستھری چیزیں خرچ کرو۔ اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے۔ اور اس میں سے ردی چیز کا ارادہ نہ کرو۔ کہ اس کو خرچ کرو۔ حالانکہ تم اسے کبھی نہ لو۔ مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔ اور سمجھ لو۔ کہ اللہ بلاشبہ بے پرواہ تعریف کیا ہوا ہے۔

حاصل

اے مسلمانو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ ردی چیز کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مت دو۔ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ چیز خرچ کرتے ہو۔ جو تمہیں دی جائے۔ تو نہ لو۔ ہاں اگر چشم پوشی کر کے لے لو تو اور بات ہے۔ ایسی چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو۔ حالانکہ ایسی چیز تم کسی سے قبول نہیں کر سکتے۔ مگر یہ کہ چشم پوشی کر لو۔ یہ یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں سے بے پرواہ ہے۔ وہ اللہ تعریف کیا ہوا ہے۔

نمبر ۸

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (سورۃ البقرۃ ع ۳۷ پ ۳)

ترجمہ:۔ اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو۔ تو بھی اچھی بات ہے۔ اور اگر اسے چھپا کر دو۔ اور فقیروں کو پہنچا دو۔ تو تمہارے حق میں وہ بہتر ہے۔ اور اللہ تمہارے کچھ گناہ دور کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خوب خبر رکھنے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ نیت میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔ پھر خواہ خیرات ظاہر کر کے کرے۔ یا چھپا کر دے۔ ہر حالت میں بہتر ہے۔ اور اس صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال اور ان کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ کہ ان اعمال میں للّٰہیت ہے۔ یا ریاء ہے۔ پھر ہر ایک کو اس کے مناسب جزاء یا سزا دیگا۔

نمبر ۹

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (سورۃ البقرۃ رکوع ۳۷ پارہ ۳)

ترجمہ:۔ اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو۔ تو اچھی بات ہے۔ اور اگر اُسے چھپا کر دو۔ اور فقیروں کو پہنچا دو۔ تو تمہارے حق میں وہ بہتر ہے۔ اور اللہ تمہارے کچھ گناہ دور کر دے گا۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر رکھنے والا ہے۔

حاشیہ حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "اگر نیت دکھاوے کی نہ ہو۔ تو خیرات کھلی بھی بہتر ہے کہ اوروں کو شوق آوے۔ اور چھپی بھی بہتر ہے۔ کہ لینے والا نہ شرماوے۔"

دعا

اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اخلاص نیت سے نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۸ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اپنی حفاظت خود کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ جس طرح اصلاح قال چند روز استاد سے پڑھنے کے بعد ساری عمر نباہنی پڑتی ہے۔ اسی طرح اصلاح حال بھی چند روز ہادی سے پہلے سیکھنی پڑتی ہے اور تا مدت العمر نباہنی پڑتی ہے۔ غرضیکہ گاڑی کے پہیوں کی طرح دونوں کو چلانا پڑتا ہے۔

مثلاً بچوں کو نماز یاد کراتے ہیں۔ جب چند روز میں یاد ہو جاتی ہے تو پھر ساری عمر نباہنی پڑتی ہے۔ اصلاح حال بھی چند روز کسی ہادی کی صحبت میں رہ کر سیکھنی پڑتی ہے اور ساری عمر نباہنی پڑتی ہے۔ روحانی امراض میں اکثر لوگوں کو پتہ بھی نہیں ہے شیطان مبتلا کر جاتا ہے۔ تادوم زیست امراض روحانی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ریاء۔ عجب۔ کبر۔ بخل وغیرہ روحانی امراض ہیں۔ پنجابی کی ایک مثال کا یہ مطلب ہے کہ طاقت ور پر تو غصہ آتا نہیں اور کمزور سے غصہ اُترتا نہیں ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

یاد رکھئے! مظلوم کی آہ ستیاناس کر دیتی ہے۔ طاقت ور سے نہ ڈریئے کمزور سے ڈریئے۔ کمزور رو کر خدا سے عرض کریگا اور خدا کی رحمت اس کی مدد کے لئے آئیگی۔ غریب پر تشدد نہ ہونے پائے۔ مظلوم کی آہ خرمن کو جلا دیتی ہے۔ یہ کبر ہے۔ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ۔ حق کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا۔ اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا۔ اس عادت کو بدلئے۔ غریب کے سامنے جھک جایئے۔ کہیں بددعا نہ دے۔

ہادی تلقین کرتا ہے ـــ بیعت ہونے والوں کو کہا کرتا ہوں ـــ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے پہلے چار چیزوں کی نفی کر لو۔ (خیال کرو) نہ زمین رہے نہ آسمان۔ نہ انسان رہے نہ شیطان ـــ پھر اللہ کا ذکر کرو۔ خالص کام ذکر میں بھی شیطان ریاء لاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ریاء فرمایا ہے۔ بت پرستی بڑا شرک ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد لوگ بت پرستی سے تو باز آ ہی جائیں گے مگر چھوٹے شرک سے نہیں بچیں گے۔ یہ چھوٹا شرک ریاء یعنی دکھلاوا ہے۔ نام و نمود کیلئے روٹی کھلانا ریاء اور شرک ہے۔ یہ بیماری عام طور پر موجود ہے۔ لیکن پتہ نہیں چلتا۔

ان امراض روحانی کو سیکھنے اور سیکھنے کے بعد مرتے دم تک نبھایئے۔ بڑے بڑے عقلمند کہلاتے ہیں۔ مگر ہوتے ہیں نا عاقبت اندیش۔ بیٹی کو جہیز دیا اور اتنا جہیز دیا۔ کہ داماد کا گھر بھر دیا۔ کہ اس سے سنبھالا بھی نہیں گیا۔ اتنے کپڑے دیئے کہ ساری عمر ختم نہ ہوں۔ سو جوڑے کرتے پاجامے۔ زیورات لوگوں سے واہ واہ لینے کے لئے جہیز پھیلا کر دکھانا۔ پلنگ، بستر، لحاف، غیر مردوں کو بیٹی کے کپڑے دکھاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ نہ غیرت نہ شرم نہ حیاء۔ حماقت کی حد ہے۔ دنیا بھی برباد، آخرت بھی خراب۔ یہ شادی ہے یا غمی؟ بیٹی بھی پال پوس کر دی۔ کپڑے بھی دیئے۔ زیور بھی دیئے۔ باپ کا کمایا سب دیا۔ اور ایمان بھی گیا۔ خدا بھی ناراض۔ جہیز پھیلا کر لوگوں کو بُلا کر دکھانا سب ریاء ہے۔ ہادی آتا ہے۔ تو متنبہ کرتا ہے۔ لوگوں کی واہ واہ سے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں ایمان گیا۔ اگر خدا پرست بنو گے تو بچ جاؤ گے ورنہ قیامت میں جوتے کھاؤ گے۔ لاہور مرکز ہے۔ اس میں یہ حماقتیں ہوتی ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں۔ بیٹی کو جو برتن دینے ہوں وہ بوریوں میں بند کر دو۔ کپڑے اور زیورات ٹرنکوں میں بند کرکے چابی لڑکی کے حوالے کر دو۔ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اگر چھپا کر دو تو کیا حرج ہے۔ اس نیت سے دو۔ کہ اے اللہ تیری رضا اور بیٹی کی دعا لینے کے لئے دے رہا ہوں۔ لڑکی یہ نہ کہے۔ باپ کا گھر بھرا ہوا تھا مجھے یک بینی و دو گوش نکال دیا۔ برتن چولہا چمٹا سب کچھ دیدو۔ تاکہ ساس یا کسی اور کی محتاج نہ ہو۔

غیر اللہ کی رضا شرک ہے۔ پانچ سو آدمیوں کو ریاء کے طور پر روٹی کھلائی۔ قسم قسم کے کھانے پلاؤ، زردہ، حلوہ سب ریاء۔ اللہ واسطے کچھ فقیروں کو پس خوردہ دیتے ہیں اور کچھ چوہڑوں کو کھلاتے ہیں۔ جو ریاکار ہوں گے۔ کیا وہ جنت میں جائیں گے؟ ایمان بھی چھٹ۔ خدا بھی ناراض اور عاقبت برباد۔ یہ سب باتیں سکھلانے سے آتی ہیں۔

ہادی سب سکھاتا ہے۔ ہادی سُنانے والا کبھی کبھی آتا ہے۔ شیطان ایسا لعین ہے کہ ہر نیک کام میں ریاء لاتا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے۔ جتنے آدمی بیٹھے ہیں اتنے شیطان بھی ساتھ ہیں اور چیں بجبیں ہو رہے ہیں۔ کہ ان کو میرے چنگل سے چھڑا رہا ہے۔ اللہ تعالے نے مجھے اپنے فضل و کرم سے توفیق دی ہے۔ میں بول رہا ہوں اپنی حفاظت خود کیجئے۔ شیطان گمراہ کریگا۔

انسان کی خوبی وہ ہے جو خدا تعالے کو پسند آئے۔ ہمیشہ ڈرنا چاہیئے۔ جس کام کو خدا تعالیٰ پسند کرے۔ وہ نیکی ہے۔ اور جس کو وہ ناپسند کرے وہ بدی ہے۔ کرو اور ڈرو۔ اے اللہ! تیری رضا مطلوب ہے۔ عجب، ریاء اور کبر روحانی امراض ہیں۔ اسراف بھی ایک مرض ہے۔ اللہ تعالے روپیہ دے تو نیکی کے کاموں پر صرف کرو۔ اگر کنجریوں کو دو گے تو قیامت کے دن جوتے پڑیں گے۔ اچھے کو لوگ اچھا کہیں گے۔ مگر لوگوں سے اچھا کہلانا مقصود نہ ہو۔ بلکہ نیت میں اللہ تعالے کی رضا مطلوب ہو۔ تمہارے مولوی بے راہ رو ہیں۔ تمہیں اُلٹے راستے دکھاتے ہیں۔ جو چیز ما انا علیہ و اصحابی سے آئی ہے وہ ٹھیک ہے۔ باقی سب گمراہی ہے۔ باپ کی وفات پر تیجا، ساتا، چالیسواں کیا ہے۔ لوگ کہیں گے۔ کہ باپ کو خوب سنبھالا ہے۔

آخر میں عرض کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کی لا کی تلوار سے مشق کیجئے اور سب کا گلا کاٹ دیجئے۔ ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے آدمی جب بیٹھا ہوتا ہے تو نیند آتی ہے اور جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو شیطان تمام بھولی باتیں یاد کراتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر دیکھئے)

جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی (شیخوپورہ)

اصحابِ کہف کا واقعہ

آنحضرت صلعم سے تین سوالات

..یہودیوں نے قریش کو مشورہ دیا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آزمائش کے لئے تین سوال کریں (۱) رُوح کیا ہے؟ (۲) اصحاب کہف کا قصہ کیا تھا؟ (۳) اور ذوالقرنین کی سرگذشت کیا تھی؟ اصحابِ کہف کے قصہ کو عجیب و غریب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی۔

(قبل ازیں روح انسانی پر دو اقساط میں رسالہ خدام الدین میں بندہ کا مضمون شائع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو شمارہ مورخہ ۸ر اگست ۱۹۵۸ء و ۲۵ر اگست ۱۹۵۸ء)۔

اللہ عزّوجل سورہ کہف پ۱۵ ع ۱۳ میں فرماتے ہیں:۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝

(ترجمہ)؛۔ کیا تو خیال کرتا ہے۔ کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرتوں میں عجب اچنبھا تھے؟

(مطلب)؛۔ حق تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ کے لحاظ سے اصحابِ کہف کا قصہ کوئی اچنبھا نہیں جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے۔ زمین و آسمان، چاند سورج وغیرہ کا پیدا کرنا، اُنکا محکم نظام قائم رکھنا، انسان ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، اُن کی قلیل و بے سروسامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلہ میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاءؐ اور رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر غارِ ثور میں تین روز ٹھیرانا، کفار کا غار کے منہ تک تعاقب کرنا، پھر ان کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا، آخر گھر بار چھوڑنیوالے مٹھی بھر بے سروسامانوں کو تمام جزیرۃ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بیشمار چیزیں اصحابِ کہف کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ وہ اتنا عجیب نہیں ہے جیسے تم سمجھتے ہو اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔

اصحابِ کہف

یہ چند نوجوان رُوم کے کسی ظالم و جبّار بادشاہ کے عہد میں تھے۔ جس کا نام بعض نے دقیانوس بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بُت پرست تھا۔ اور جبر و اکراہ سے بُت پرستی کی اشاعت کرتا تھا عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دُنیوی منافع کی طمع سے اپنے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بُت پرستی اختیار کرنے لگے۔ اسوقت چند نوجوانوں کے دلوں میں (جن کا تعلّق عمائدِ سلطنت سے تھا) خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اُن کے دل خشیّتِ الٰہی سے اور نورِ تقویٰ سے بھرپور تھے۔ حق تعالےٰ نے صبر و استقلال اور توکّل و تبتّل (سب سے کٹ کر) کی دولت سے مالا مال کیا تھا بادشاہ کے رُوبرُو جا کر بھی اُنہوں نے لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا (ہم خدا کے سوا کسی کو معبود نہیں پُکاریں گے۔ ورنہ ہم نے عقل سے دُور بات کہی)، کا نعرۂ مستانہ لگایا اور ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ تو اُن کی جوانی پر رحم آیا۔ اور کچھ دوسرے مشاغل و مصالح مانع ہوئے۔ کہ اُنہیں فوراً قتل کر دے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و فکر و نظرِ ثانی کر لیں اُنہوں نے مشورہ کر کے طے کیا۔ کہ ایسے فتنہ کے وقت جبکہ جبر و تشدّد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہرحال خطرہ ہے۔ مناسب ہو گا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں رُوپوش ہو جائیں (اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں) دُعا کی۔ خداوندا! تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے۔ اور رُشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درُست کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی۔ اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تاکہ ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مُطلع کرتا رہے۔ جو شخص اس کام پر مامور تھا، اُس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزّہ کو مجبور کیا جا رہا ہے۔ کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ یہ مذاکرہ ہو رہا تھا۔ کہ حق تعالیٰ نے اُن سب پر دفعتہً نیند طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا۔ پتہ نہ لگا۔ تھک کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر اِن نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈال دیئے گئے۔ تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے آگے چل کر اُس کا کچھ سُراغ نکلے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہُوا ہے۔ بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دینِ مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابنِ کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحابِ کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ سے رقیم کے معنی منقول ہیں یعنی اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہنے کی وجہ سے اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام و صفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی۔ اس لئے اصحاب رقیم کہلائے۔ (رقیم بمعنی مرقوم) فی الحقیقت اصحاب رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں۔ جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ اُوپر سے ایک بڑا پتھر آ پڑا۔ جس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ اس وقت اُن میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر حق تعالےٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھُل گیا۔ (حدیث میں یہ قصہ مذکور ہے)

اللہ تعالےٰ نے اصحابِ کہف کو ایسی تھپکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے۔ ادھر ادھر کی کوئی خبر ان کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی سالہا سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے اُنہیں جگا دیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے اُن کی نیند کی مدّت کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا۔ انہیں جگا کر یہ دیکھنا تھا۔ کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچتی ہے۔ اور اس حقیقت پر پہنچ کر (بعث بعدالموت، کا عقدہ حل کرتی ہے۔ جس میں اس وقت کے لوگ جھگڑ رہے تھے۔

اُنہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا۔ کہ جب مشرکین کے دین سے ہم علیحدہ ہیں۔ تو ظاہری طور پر بھی ان سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ اور جب اُن کے باطل معبودوں سے کنارہ کیا۔ تو ہر طرف سے ٹوٹ کر تنہا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اُسی سے رحمت و تلطف کا امیدوار رہنا چاہیئے آپس میں یہ مشورہ کر کے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔ خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُنہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی۔ جہاں مامون و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں۔ نہ جگہ کی تنگی سے جی گھُٹے، نہ کسی وقت دھوپ ستائے

غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابنِ کثیر نے لکھا- شمال رویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع وہیئات پر واقع تھا- جس میں دھوپ بقدرِ ضرورت پہنچتی اور بغیر ایذا دیئے نکل جاتی تھی-

ظاہری و باطنی راہنمائی سب اللہ کے قبضہ میں ہے- دیکھ لو- جب دُنیا بگڑ رہی تھی تو کس طرح اصحاب کہف کو راہِ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی-

کہتے ہیں سوتے میں اُن کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں- اور اس قدر طویل نیند کا اثر اُن کے بدنوں پر ظاہر نہیں ہُوا- اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے کہ جاگتے ہیں اور حق تعالےٰ نے اُن لوگوں میں شانِ ہیبت و جلال اور اُس مکان میں دہشت رکھی- تا کہ لوگ تماشا نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں- اُن کے ساتھ ایک کتّا بھی لگ گیا تھا- اُس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا- اگرچہ کتّا رکھنا بُرا ہے- لیکن لاکھ بُروں میں ایک بھلا بھی ہے ؎

پسرِ نوحؑ با بداں بنشست
خاندانِ نبوتش گم شُد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شُد
(سعدی شیرازیؒ)

جس طرح خدا تعالےٰ نے ان کو اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سُلایا تھا- اِسی طرح بروقت جگا دیا- اُٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے- بعض نے کہا- ایک آدھ دن یعنی بہت کم، دوسرے بولے کہ اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ- یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدّت سوئے، اب تم اپنا کام کرو- ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو- کہ وہ کسی دُکان سے حلال اور سُتھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے- یہ ضروری ہے- کہ وہ نہایت ہوشیاری سے جائے اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرے- کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے- ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا- تو ہم کو یا تو سنگسار کیا جائے گا یا بجبر و اکراہ دینِ حق سے ہٹایا جائے گا- العیاذُ باللہ ایسا ہُوا- تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح چاہتے ہیں وہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گی- کیونکہ دینِ حق سے پھر جانا گو بہ جبر و اکراہ ہو اُولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا-

ایک اُن میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہُوا- وہاں سب چیز اوپری دیکھی- اس مدّت میں کئی قرن بدل چکے تھے- شہر کے لوگ اُس روپے کا سکّہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے؟ سمجھے کہ اس شخص نے کہیں سے پُرانا گڑا ہُوا مال پا لیا ہے- شدہ شدہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا- اُس نے وہ پُرانی تختی طلب کی جس پر چند نام اور پتے لکھے تھے- کہ یہ لوگ دفعتہً نامعلوم طریقہ سے فلاں سن میں غائب ہو گئے ہیں- تحقیق سے ثابت ہو گیا- کہ یہ وہی مفقود الخبر جماعت ہے- اس وقت شہر میں "بعث بعد الموت" کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا تھا- کوئی کہتا تھا- کہ مرنے کے بعد جینا نہیں- کوئی کہتا تھا کہ محض رُوحانی بعثت ہے، جسمانی نہیں- کوئی معادِ روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا- بادشاہِ وقت حق پرست اور منصف تھا- چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے- جس سے سمجھانے میں آسانی رہے- اور استبعادِ عقلی (عقل سے بعید ہونا)، کم ہو- اللہ تعالےٰ نے یہ نظیر بھیج دی آخر منکرینِ آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سُننے کے بعد آخرت پر یقین لائے- یہ نظّارہ خاص طور پر اُن کی طبائع پر اثر انداز ہُوا سمجھے کہ حق تعالےٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے- کہ یہ قصّہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں ہے-

یہ پتہ نہیں کہ اِس کے بعد اصحابِ کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے؟ انتقال ہُوا تو کب ہُوا؟ زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے- بہ ہر حال اہلِ شہر نے اُن کے عجیب و غریب احوال پر مطلع ہو کر فرطِ عقیدت سے چاہا- کہ اُس غار کے پاس کوئی مکان بطورِ یادگار تعمیر کر دیں- جس سے زائرین کو سہولت ہو- اس میں اختلافِ رائے ہُوا ہو گا- کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے- اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے- کہ یہ تجویز اُن کی موت کے بعد ہوئی یا اُس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں، اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر اُن کی ملاقات میسّر ہو سکی یا نہیں- تاہم جو بارسُوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے اُن کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے- اصحابِ کہف کی نسبت بہ جُز اس کے کہ وہ پکّے مُوحّد اور متقی تھے- یقینی طور پر کہا نہیں جا سکتا- کہ وہ کس نبی کی شریعت کے پیرو تھے- لیکن جن لوگوں نے مُعتقد ہو کر وہاں مکان بنایا وہ نصاریٰ تھے- ابُوحیّان نے "بحرِ محیط" میں اصحابِ کہف کا مقام متعیّن کرنے کے لئے متعدّد اقوال نقل کئے ہیں-

تعدادِ اصحاب کہف

اصحابِ کہف کا قصّہ سُن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے اٹکل کے تیر چلائیں گے کوئی کہے گا تین تھے چوتھا کتا تھا- کوئی پانچ بتلا کر چھٹا کتے کو شمار کرے گا- لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے پتھر چلاتا رہے- ممکن ہے مختلف باتیں کہنے سے جہالت کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان کرنا بھی مقصود ہو- کہ دیکھیں اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں- کیونکہ احتمال ہے کہ یہود نے اُن کو صحیح تعداد سات کی بتلائی ہو- جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے- اس قسم کی غیر معتدبہ باتوں میں زیادہ جھگڑنا لاحاصل ہے-

ابن عباسؓ نے فرمایا- میں اُن قلیل لوگوں میں سے ہوں- جن کو خدا تعالےٰ نے اصحابِ کہف کی تعداد کا پتہ دیا ہے- اُنھوں نے سیاقِ قرآنی سے معلوم کر لیا کہ اصحابِ کہف سات ہی تھے- کیونکہ حق تعالےٰ نے پہلے دو قول کو رَجْمًا بِالْغَيْبِ فرمایا- تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا- اس کے علاوہ اسلوبِ بیان بھی بدلا ہُوا ہے- پہلے دو نوں جملوں میں واوِ عطف نہ تھا- تیسرے میں واوِ عطف کے ساتھ لانے سے گویا اس پر زور دینا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت و وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے-

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ (کہف رکوع پ ۱۵)

ترجمہ:- اب یہی کہیں گے وہ تین ہیں، چوتھا اُن کا کتّا- اور یہ بھی کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتّا- بغیر نشانہ دیکھے پتھر چلانا یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کتّا- تو کہہ میرا رب اُن کی گنتی کو خوب جانتا ہے- مگر بہت تھوڑے لوگ اُن کی خبر رکھتے ہیں-

اُن کے سونے کی اصلی مدّت

شمسی حساب سے پُورے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے اور قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی کسر شمار نہیں کی گئی)، یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے نیند سے چونکے ہوں پھر سو گئے اور نو سال تک سوتے رہے- بعض علماء کی

رائے ہے کہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد سے عہدِ نبوی تک کی مدت بیان فرمائی۔ جتنی مدت وہ سو کر جاگے تھے تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے۔ سب سے ٹھیک وہی ہے جو اللہ بتائے۔ آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اُسی کے علم میں ہیں۔ کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔ (حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۲)۔ تفسیرِ حقانی سے مندرجہ ذیل امور نقل کئے جاتے ہیں:۔

محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث قریش میں بڑا شیطان تھا۔ اکثر آنحضرتؐ کو ایذائیں دیا کرتا تھا۔ اور وہ حیرہ وغیرہ اطرافِ عرب ہی میں جایا کرتا تھا۔ وہاں سے رُستم و اسفندیار و دیگر ایشیائی بادشاہوں کے قصے سن کر آتا۔ اور آنحضرتؐ کے مقابلہ میں لوگوں کو سنا کر آپ سے روکتا تھا۔ ایک بار وہ اور عقبہ بن ابی معیط دونوں علمائے اہلِ کتاب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ تم حضرتؐ سے چند باتیں پوچھو جو بمنزلہ اسرار کے ہیں۔ باوجود اُمّی ہونے کے اگر انہوں نے ان واقعات کو تم سے بیان کر دیا تو جانیو کہ وہ نبی ہے۔ ورنہ جھوٹا مدعی۔ انہوں نے اصحابِ کہف کا، ذوالقرنین اور روح کا سوال کیا۔

اصحابِ کہف

وہ چند لوگ تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ اُس عہد میں بُت پرستی کی وبا عام پھیلی ہوئی تھی اور وہ اس سے بیزار ہو گئے تھے۔ وہ نہایت ایماندار اور ثابت قدم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو صبر و استقلال بھی بخشا تھا۔ جب اُس بادشاہ نے اُن کو اپنے بُتوں کو سجدہ کرنے اور اُن کی قربانی کرنے پر مجبور کیا۔ تو انہوں نے علی رؤس الاشہاد... صاف کہہ دیا۔ کہ یہ بُت ہمارے خدا نہیں۔ ہمارا خدا تو وہ ہے جو آسمان و زمین کا خدا ہے۔ اگر ہم اس کے خلاف کہیں۔ تو ہم نہایت غلط بات منہ سے نکالیں گے اور ہم کو کبھی فلاح نہیں ہو گی۔ اور تم جو ان بتوں کو خدا کہتے ہو۔ اُن کی خدائی پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے۔ یہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بُت ہیں۔

اس تقریر کو سُن کر جابر بادشاہ اُن پر خفا ہوا۔ اور حکم دیا کہ یا تو سجدہ کرو۔ ورنہ قتل کئے جاؤ گے، روئی میں لپیٹ کر جلا دیئے جاؤ گے۔ جیسا کہ اس عہد میں ایمانداروں کی نسبت روم کے قیصر کیا کرتے تھے۔ تب انہوں نے کچھ مہلت طلب کی۔ بادشاہ نے مہلت دی تو انہوں نے اپنے مقام میں آ کر آپس میں مشورہ کیا۔ کہ جب تم نے اس قوم اور ان کے معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں ترک ہی کر دیا اور اُن سے کنارہ کشی کر لی۔ تو چلو اس غار میں جا چھپو۔ خدا تعالیٰ وہاں تم کو مصیبت میں نہ ڈالے گا۔ بلکہ تم پر رحمت کرے گا۔ اور تمہارے کام میں آسانی اور کارسازی کرے گا۔ وہ غار میں آ چھپے اور وہاں ان کو ایسی نیند آئی جو کئی سو برس تک سوتے رہے۔ ادھر بادشاہ اور ان کے ارکانِ دولت تلاش کرنے لگے اور جب یہ معلوم ہوا۔ کہ اس کئی میل کی تنگ و تاریک غار میں گھس گئے ہیں۔ جس میں جا کر تلاش کرنا مشکل ہے۔ اُن کی غرض اُن کو قتل کرنا تھا۔ سو غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چُن دی۔ کہ یہیں آئے آپ مر رہیں گے اور دفتر میں یہ حال درج کرا دیا گیا۔ غار میں وہ اس موقعہ پر سوئے کہ طلوع کے وقت یعنی دھوپ ان کے دائیں طرف سے ہو کر گزر جاتی تھی۔ اور غروب کے وقت یعنی پچھلے پہر بائیں طرف رہتی تھی۔ اُن پر دھوپ نہیں آتی تھی اور وہ کھوہ میں کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔ غار کا منہ شمال کی جانب تھا۔ یہ خدا تعالیٰ کی عجائب قدرت میں سے ہے۔

اے دیکھنے والے! تو دیکھے تو بیدار جانے اُن کے کروٹیں بدلنے اور آنکھیں کھلی رہنے سے حالانکہ وہ خواب میں تھے اور ہم اپنی قدرت سے اُن کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔ تاکہ ایک طور پر پڑے رہنے سے زمین اُن کو کھا نہ جائے۔ اور اسی حالت سے ان کا کتّا بازو پھیلائے غار کی دہلیز پر پڑا ہوا تھا اور ان کے اس تنگ و تاریک مکان میں بالوں اور ناخنوں کے بڑھ جانے سے ایسی ڈراؤنی شکل ہو رہی تھی۔ کہ جو کوئی دیکھے تو ڈر کر بھاگ جائے۔

مفسر بیضاوی نے نقل کیا ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے روم پر چڑھائی کی اور اُس شہر اور غار کے پاس پہنچے۔ تو عبداللہ ابن عباسؓ نے منع کیا۔ کہ آپ اندر آدمی بھیج کر اُن کی شکل و صورت دیکھنے کے درپے نہ ہوں۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ نے خاص آنحضرتؐ سے خطاب کر کے فرمایا ہے۔ جو آپ سے بھی بہتر ہیں۔ مگر امیر معاویہؓ نے نہ مانا اور کچھ لوگ بھیجے جو لُو سے جل بھُن کر مر گئے۔

جب ان لوگوں کو سوتے ہوئے ۳۰۹ برس گزر گئے اور اس عہد کے لوگ مر کھپ گئے۔ اس کے بعد اور قرن بھی مر کھپ گئے۔ اور اب ایک ایسا زمانہ آیا۔ کہ جس کا بادشاہ بُت پرستی چھوڑ کر عیسائی اور حواریین کے مذہب پر تھا۔ مگر اس عہد میں مر کر زندہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا اور ایک فریق قائل خود بادشاہ کو تردد تھا۔ خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا۔ کہ اس امر میں اُس کو کوئی شافی دلیل دکھلا دے۔ خدا کی قدرت کہ اُس غار کی دیوار کو مکان بنانے کے لئے کسی نے گرانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ بالکل گرا کر غار کا منہ کھول دیا۔ اِدھر دیوار کا گرنا، دروازہ کھلنا تھا۔ کہ اُدھر خدا نے اُن کو بیدار کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے اپنی قدرت سے اُن کو اس قدر عرصہ تک محفوظ رکھا۔ اُسی طرح اپنی قدرت سے اٹھا بھی دیا۔ گویا کہ از سر نو زندگی عطا کی۔ اب جو انگڑائیاں لیتے اور آنکھیں ملتے اُٹھے تو باہم پوچھنے لگے کہ کس قدر سوئے۔ جواب دیا ایک روز یا کچھ کم۔ مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے دیکھے تو سمجھے کہ ہفتوں تک سوئے ہیں۔ اس لئے کہہ دیا۔ کہ خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ کس قدر سوتے رہے۔ مگر ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ۳۰۹ برس گزر گئے ہیں۔ بھوک پیاس معلوم ہوئی تو کہا۔ اپنے میں سے کسی کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجو۔ (غار سے تین میل پر شہر طرسوس کہ جس کو افسوس کہتے ہیں واقع تھا۔ کہ جہاں سے یہ بھاگ کر آئے اور یہاں چھپے تھے) چاہیئے کہ وہ پاک یا عمدہ کھانا لائے اور اس طرح چھپ کر جائے۔ کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ ورنہ خرابی آ جائے گی۔ اگر وہ قابو پا جائیں گے تو یا تو مار ڈالیں گے یا اپنے مذہب میں شریک کریں گے۔ جس میں سراسر خرابی ہے اصحابِ کہف سمجھ رہے ہیں کہ دقیانوس موجود ہے۔ وہی زمانہ ہے۔ وہی لوگ ہیں۔ پس ایک شخص ان میں سے چلا۔ اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازے پر آیا۔ تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی۔ حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہو گیا؟ اسی طرح دوسرے دروازے پر گیا تو اس کا نقشہ بدلا ہوا پایا۔ شہر میں آیا تو بازار کی صورت نئی۔ دوکاندار نئے۔ لوگ نئے۔ مذہب بھی نیا۔ حیران تھا۔ کہ الٰہی اس غار کے پاس تو کوئی شہر نہ تھا۔ مگر یہ بھی وہ شہر نہیں۔ نہ اس کے وہ آدمی ہیں۔ آخر ایک دوکاندار کو روپیہ دیا۔ کہ بھئی! ہمیں اس کی فلاں فلاں چیزیں دے دو۔ دوکاندار روپیہ ہاتھ میں لیتے ہی حیران ہو گیا۔ کہ یہ کس عہد کا سکہ ہے؟ پاس والے کو دکھایا۔ اُس نے اور کو۔ پھر کیا تھا کہ بازار میں بھیڑ لگ گئی۔ پوچھنے لگے۔ کہ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور پرانا

دفینہ پایا ہے۔ سچ بتاؤ۔ نہیں تو پولیس کے حوالے ہوتے ہو۔ یہ کہہ رہے تھے۔ کہ پولیس آپہنچی۔ آخر بادشاہِ زماں کے رُو برو پیش ہُوا۔ اس نے پوچھا۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں کے ہو؟ یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخرالامر اُس نے سب سرگذشت بیان کی کہ ہم دقیانوس کے ڈر کے مارے اس غار میں جا چھُپے تھے۔ ہمارے یہ نام ہیں۔ آج سوتے ہوئے آنکھ کھُلی ہے۔ میں کھانا خریدنے آیا تھا۔ لوگوں نے میری ہیئت اور سکّہ دیکھ کر مجھے پکڑ کر آپ تک پہنچایا۔ اس بادشاہ نے تسلّی دی۔ کہ دقیانوس کے زمانہ کو کئی سو برس گزر گئے۔ اب میں (بادشاہ) عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکان دولت اور بادشاہ نے ان کے نام دفتر کے مطابق پا کر اور دیگر قرائن سے بھی معلوم کر لیا کہ وہی لوگ ہیں۔ سب کو مَر کر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آیا۔ پھر بادشاہ معہ ارکان دولت اس کو لے کر غار میں گئے۔ وہاں جا کر اُس نے کہا۔ پہلے مجھے جانے دو۔ تا کہ وہ بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گیا۔ پھر باہر نہ آیا۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی۔ کہ اندر جا کر تلاش کرے مگر خداوند قدر نے راستہ بھُلا دیا اور کوئی اندر تک نہ جا سکا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع چند مصاحبوں کے اُن کے پاس گیا اور اُن سے مل کر آیا۔ اور پھر اُن کے کہنے سے غار کا منہ بند کرا دیا (عرائس) تا کہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ حق اور قیامت کا آنا سچ ہے۔ کیونکہ اُن کا اِس قدر عرصہ تک سو کر جاگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مَر کر جی اٹھے سو اس بات کا انہوں نے مشاہدہ کر لیا اور جو ۳۰۹ برس بعد اُن کی رُوح اُن کے جسم کے ساتھ متعلق کر سکتا ہے وہ تمام عالم کو ایک مدّت کے بعد اسی طرح کھڑا کر سکتا ہے۔

اُن کو اُس وقت اُٹھایا۔ جبکہ وہ باہم اپنے دین کے امر میں جھگڑتے تھے۔ بعض کہتے ہیں حشر ابدان کے ساتھ ہو گا۔ بعض صرف رُوح کو مبعوث ہونا مانتے ہیں۔ تا کہ اُن کا اختلاف دُور ہو جائے۔ یا یہ مراد کہ جب وہ غار میں پھر بھاگ کر غائب ہو گئے اور وہاں جا کر مَر گئے تو بعض کہتے تھے کہ پہلے کی طرح پھر سو گئے۔ یا یہ مراد کہ بعض غار پر ایک ایسی عمارت بنانا چاہتے تھے۔ جس میں ہر کوئی آ کر رہے۔ اور بعض وہاں عبادت گاہ بنانا چاہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۱۵ (سورۃ کہف پ۱۵ ع ۱۵۶)۔

تعداد میں اختلاف

بعض اُن کو تین کہتے ہیں اور چوتھا اُن کا کتا۔ یہ یہود کا یا نجران کے عیسائیوں کا قول تھا۔ یہ بھی بعض نصاریٰ کا قول تھا کہ وہ پانچ شخص تھے۔ اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ ان دونوں قولوں کو رَدّ کرتا ہے۔ کہ یہ محض قیاسی اور بے تکی باتیں ہیں۔ یہ کہ وہ سات شخص تھے اور آٹھواں کتا تھا۔ یہ اہلِ اسلام کا قول تھا ۔۔۔!

اصحاب کہف کے نام

حضرت علیؓ اُن کے یہ نام بتلاتے تھے (۱) یملیخا (۲) یکشلمینیا (۳) مثلینیا، بادشاہ کے دائیں طرف والوں میں سے تھے۔ اور (۴) مرنوش (۵) برنوش (۶) شاذنوش بائیں طرف والوں میں سے، اور ساتواں ایک چرواہا تھا۔ جو راستہ میں اُن کے ساتھ ہو لیا تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ اور شہر کا افسوس۔ (بیضاوی)۔

واضح ہو کہ شہر افسوس یا اُفسس جس کو طرطوس بھی کہتے ہیں ایشیائے کوچک کا ایک شہر ہے۔ اس میں ارتیمس دیوی کا ایک ایسا مندر تھا جو دُنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ جس کو ایک شخص نے اپنی شہرت کے لئے اس رات کو جلا دیا۔ جس رات سکندر رُومی پیدا ہُوا تھا۔ پھر دوبارہ یہ مندر اُسی طرح بنایا گیا۔ اس شہر سے تین کوس کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے۔ جس میں وہ غار ہے کہ جہاں اصحاب کہف غائب ہوئے تھے۔ یہ غار کئی میل لمبا ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں۔ ہیبت ناک درّے ہیں۔ یہ شہر قیاصرۂ روم کے عہد میں بڑی رونق پر تھا۔ اب اس کے خرابات پڑے ہیں۔ ایک قصبہ سا ہے یہاں حضرت سلطان کی عملداری تھی۔

اس غار پر ایک خانقاہ ہے۔ جس کی عیسائی اور مسلمان دونوں تعظیم کرتے ہیں۔ غالباً یہ وہی خانقاہ ہے جو اصحاب کہف کے برآمد ہونے کے بعد بنائی گئی تھی۔ یا وہی عمارت نہ ہو مگر اُس کی جگہ پر عمارت قائم ہے۔

یہ واقعہ اصحاب کہف کا ڈیشیش (دقیانوس) قیصر کے عہد میں ہُوا ہے۔ ۲۴۹ء کے بعد جب قیصر فیلپوس کی جگہ جو عیسائیوں پر بڑا مہربان تھا۔ ڈیشیش بیٹھا۔ تو یہ پہلے قیصروں سے بھی بڑھ کر عیسائیوں کے حق میں ظالم اور سفاک تھا۔ ان قیصرانِ رُوم کے عہد میں قسطنطین تک نیرو قیصر سے لے کر وہ ظلم اور زیادتی ہوتی تھی۔ کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ رُوم کے بادشاہ جن کا پایۂ تخت ملک اٹلی (اطالیہ) میں رُوم شہر تھا اور اُن کا لقب قیصر، بُت پرست تھے۔ بُتوں کی پرستش خصوصاً جُوپیٹر (Jupiter) کی عبادت اُن کے ہاں قانوناً فرض تھی جو عُدولِ حکمی کرتا تھا۔ اوّل اس کو فہمائش ہوتی تھی۔ پھر کوئی قتل کیا جاتا تھا اور کوئی درندوں کے آگے ڈالا جاتا تھا۔ کوئی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ کسی کو لوہے کے گرم ستونوں سے باندھتے تھے جیسا کہ عیسائیوں کی کُتب تواریخ کلیسا میں صاف طور پر مذکور ہے۔

آنحضرت صلعم کے عہد کے نصاریٰ جن سے تخمیناً ۷۳ برس پیشتر یہ واقعہ گذرا ہے۔ اور تین سو برس سوتے رہے۔

اصحاب کہف کی بیداری ۵۴۹ء میں ہوئی اور ولادت آنحضرت صلعم کی تخمیناً ۵۷۰ عیسوی میں ہے۔ اس حساب سے اصحابِ کہف کی بیداری تخمیناً ۲۱ برس پیشتر آنحضرت صلعم کی ولادت سے ہوئی اور آنحضرت صلعم کی ہجرت کے وقت تخمیناً ۷۳ برس کا زمانہ گذرا تھا۔

فضائل سورۂ کہف

اس سورۃ کو سورہ کہف اس لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ان لوگوں کا حیرت انگیز حال بیان ہے جو غار میں ۳۰۹ برس تک سو کر جاگے تھے۔ یہ سورۃ مکّہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ازاں جملہ وہ ہے۔ جس کو بخاری و مسلم نے براء ابن عازب سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص رات کو گھر میں اس سورۃ کو پڑھ رہا تھا اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہُوا تھا۔ گھوڑا بدکنے لگا۔ اُس نے نظر اوپر اُٹھا کر جو دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا۔ بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا۔ صبح کو اُس نے یہ ذکر آنحضرت صلعم سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس کو پڑھا کر۔ یہ سکینہ (نور اطمینان) ہے۔ جو اس کے پڑھنے سے نازل ہوتی تھی۔

جمعہ کے روز اس کے پڑھنے کے فضائل بھی احادیث میں بکثرت ہیں۔

(۱) حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ جس نے سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کر لیں وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(۲) حضرت ابو مسعودؓ کہتے ہیں۔ حضورِ انورؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے سورہ کہف کے آخر کے دو رکوع پڑھے۔ اُس کو تمام شب کے واسطے ہر ایک شئے کے شر سے محفوظ کرنے کے لئے کافی ہے۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

زمانہ خیر القرون کے مشاہیر اہل علم میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اسم گرامی قابل ذکر ہے۔

عبداللہ بن مسعود، کنیت ابوعبدالرحمٰن شروع میں اسلام لائے حضرت عمرؓ سے بھی پہلے مسلمان ہوئے مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت کے مطابق اسلام میں چھٹے ہیں، صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

كَانَ مِنْ خَوَاصِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ صَاحِبَ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسِوَاكِهٖ وَنَعْلَيْهِ وَطُهُوْرِهٖ فِي السَّفَرِ هَاجَرَ إِلَى الْحَبَشَةِ وَشَهِدَ بَدْرًا ثُمَّ مَا بَعْدَهَا مِنْ مَشَاهِدِهٖ وَشَهِدَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيْتُ لِأُمَّتِيْ مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ وَسَخِطْتُ لَهَا مَا سَخِطَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ — الخ

ترجمہ:- تھے عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے اور تھے رازدار آپؐ کے اور آپ کے مسواک اور نعلین (جوتا مبارک) اور وضوء کے سامان (لوٹے وغیرہ) کے اٹھانے والے تھے، سفر میں بھی۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جنگ بدر میں شریک ہوئے پھر بعد میں بھی بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لئے جو (احکام و مسائل) بتائیں میں بھی اسے پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو ابن مسعودؓ ناپسند کریں میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں (یعنی چاہیئے کہ امت اس پرہیز رکھے) — الی آخرہ

ان کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک روز یہ عقبہ کی بکریاں چرا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف سے گذرا ہوا حضورؐ نے ایک بانجھ بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ دوہا، خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود ایمان لے آئے اور عرض کیا کہ مجھے قرآن پاک تعلیم فرمایئے۔ آپؐ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا:

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ إِنَّكَ غُلَيِّمٌ مُعَلَّمٌ

(اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کریں تو دنیا میں علم پھیلانے والا لڑکا ہے)

(استیعاب، محدث اعظم)

ان کی فطرت اور استعداد کا اندازہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم پر زیادہ توجہ فرمائی اور ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تاکہ کسی وقت دور نہ ہوں اور فرمایا کہ تمہیں اندر آنے کی اجازت ہے۔ جب چاہو بلا روک ٹوک چلے آیا کرو اور ہماری ہر طرح کی باتیں سنا کرو تاوقتیکہ ہم منع نہ کریں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس شفیق اور مربی روحانی و جسمانی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت کو سرمایہ سعادت دارین اور ترقی فضل و کمال سمجھ کر آپ کی کفش برداری کی خدمت مبارکہ بجا لاتے، خواب سے بیداری کے وقت وضو کا پانی رکھتے مسواک رکھتے، نہاتے وقت پردہ کرتے چوبداروں کی طرح آگے چلتے اور ہر وقت خدمت عالیہ میں حاضر رہتے اور ہر قسم کی خدمات بجا لاتے

(استیعاب)

حضرت عبداللہ کا یہ اختصاص اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ صحابہ ان کو خاندان نبوت کا ہی فرد سمجھنے لگے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص اور ابن مسعودؓ کے طلب و شوق نے ان کو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچایا کہ جب عبدالرحمٰن بن یزید نے حذیفہؓ صحابی سے پوچھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشبہ، اخلاق، سیرت اور اعمال میں کون ہے تاکہ ہم ان کی خدمت میں رہیں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے سوا کوئی بھی، صحابہؓ میں سے، ان سب باتوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا شبیہ کامل نہیں ہے۔

جب ابن مسعودؓ کے اخلاق و عادات اور علوم کی تکمیل ہو گئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں ہی ان کو تدریس و تعلیم کی اجازت عطا فرمائی۔ اور قرآن و حدیث دونوں کے بارہ میں صحابہؓ سے فرمایا کہ ابن مسعودؓ سے پڑھیں۔ استاد جب شاگرد کو اجازت دیتے ہیں تو سند اور اجازت نامہ میں دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً عام شاگردوں کے لئے یہ الفاظ استعمال کیئے جاتے ہیں کہ:

"میں تمہیں فلاں علم پڑھانے کی اجازت دیتا ہوں"

لیکن جو طلبہ جید الاستعداد اور اپنی قابلیت کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں ان کی نسبت سند میں یوں تحریر کیا جاتا ہے:

"میں اجازت دیتا ہوں کہ طلبہ ان سے فیضیاب ہوں اور ان سے پڑھیں۔"

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ کو جو سند اور اجازت عطا فرمائی، اس میں دوسری قسم کے الفاظ ہیں۔ قرآن اور حدیث کی سندات جداگانہ عنایت فرمائی ہیں جیسا کہ بخاری اور ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى أَبِيْ حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ۔

(بخاری)

اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَقْرَأَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا

یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جس طرح تم کو قرآن پڑھائیں ویسے پڑھو۔ حدیث کی سند اور اجازت ترمذی میں موجود ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثَكُمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْا۔

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو حدیث تم سے ابن مسعود بیان کریں اسے صحیح سمجھو۔

جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ کو قرآن وحدیث کے علاوہ تخریج مسائل، استنباط اور قیاس کی بھی اجازت اور سند عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ترمذی میں ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَمَسَّکُوْا بِعَھْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ

یعنی تم لوگ ابن مسعودؓ کے مسائل اور احکام پر عمل کرو۔ ان کا قول تمہارے عمل کے لئے کافی دلیل ہے۔

(الکمال خطیب)

کنز العمال میں بھی کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ سند موجود ہے وَھُوَ ہٰذا:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَضِیْتُ لِاُمَّتِیْ مَا رَضِیَ لَھَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ وَّسَخِطْتُ لَھَا مَا سَخِطَ لَھَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ۔

یعنی ابن مسعودؓ جو احکام اور جو مسائل میری امت کے لئے تجویز کریں میں بھی اسے پسند کرتا ہوں اور اپنی امت کو اس پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور جس کو ابن مسعودؓ ناپسند کریں میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں اور میری امت اس سے پرہیز کرے۔

ان احادیث سے حضرت ابن مسعودؓ کے بیان کردہ مسائل کی وقعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قابلیت اور استعداد علم وعمل سے ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ انتظام ملکی سیاست اور تدبیر منزل میں بھی ان کی فہم وفراست اور معاملہ فہمی کچھ کم نہ تھی۔ اور اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ان سنہری الفاظ سے فرمائی:

"اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر المومنین بناتا تو اس کے لئے بیشک ابن مسعودؓ کو ہی چنتا۔"

یہ ظاہر ہے کہ ان کے مبلغ علم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی دوسرا نہیں سمجھتا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور سند کے بعد کسی دوسری شہادت کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ اور جناب علیؓ اقضی العرب نے عبداللہ ابن مسعودؓ کے کمال علمی اور واقفیت حدیث کا اقرار کیا اور اس کی شہادت دی۔ کوفہ والوں نے جب فاروق اعظمؓ سے یہ شکایت کی کہ اہل شام کے وظائف میں ترقی کر دی گئی اور ہم لوگ اس سے محروم رہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ "اہل شام کے تو وظائف میں ترقی کی گئی ہے لیکن تمہارے علوم میں ترقی کی گئی ہے۔ کیونکہ تمہاری تعلیم کے لئے ابن مسعودؓ جیسے (قیمتی جوہر) کو بھیج دیا گیا ہے اور ابن مسعودؓ کے فضل وکمال اور واقفیت کا صحیح اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت بھی رہتے تھے جب کہ ہم لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے تھے اور جب کہ آپ اندر ہوتے تھے اور ہم اندر نہیں جاسکتے تھے۔ ہم سے پردہ کیا جاتا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت بھی حاضر رہتے تھے۔

جناب فاروق اعظمؓ کا عبداللہ ابن مسعودؓ کی واقفیت حدیث پر یہ استدلال کتنا صحیح ہے اس لئے کہ اساسیات دین کا سرمایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ہیں اور جس شخص نے خلوت وجلوت دونوں میں آپ کے افعال کو دیکھا اور اقوال کو سنا ہو اور کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوا ہو، تو اہل نظر اس کے کمال فن کا خوب اندازہ کرسکتے ہیں۔ اسی لئے جناب علیؓ سے لوگوں نے جب ابن مسعودؓ کے علم کے بارے میں دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ

"ابن مسعودؓ نے تمام قرآن پڑھا اور حدیثوں کو جانا اور یہی کافی ہے"

یہ اس لئے کہ مسلمانوں کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مسلمانوں میں قرآن وحدیث کے سوا کوئی تیسرا علم نصاب تعلیم میں داخل تھا۔

جناب فاروق اعظمؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ "ابن مسعودؓ علم مجسّم ہے۔"

علامہ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ امام مسروقؒ جو جلیل القدر تابعی ہیں، کہتے ہیں "کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا تو تمام کے علم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ ابن مسعودؓ، عمرؓ، زیدؓ، ابو الدرداءؓ، اُبیؓ، اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ علیؓ اور ابن مسعودؓ کو پایا۔

امام مسروق کی اس شہادت کی تصدیق واقعات سے بھی ملتی ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص اور ہر وقت کے حاضر باش خلوت وجلوت کے راز دار تھے اور ان سے زیادہ واقفیت کے اسباب اور کسی کے لئے مہیا نہ تھے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ ایک روز ابن مسعودؓ نے صحابہؓ کے عام مجمع میں فرمایا کہ تمام صحابہؓ اس امر کو جانتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ کتاب اللہ (قرآن) کا عالم ہوں اور مجھے ہر سورت قرآن کی معلوم ہے کہ کس جگہ نازل ہوئی اور کس موقع پر نازل ہوئی اور اگر کوئی صحابی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو میں ضرور اس کے پاس جاکر اس سے قرآن پڑھتا خواہ وہ کسی جگہ ہوتا۔

شقیقؒ کہتے ہیں کہ "جس مجمع میں عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ فرمایا تھا۔ اس میں میں بھی موجود تھا۔ لیکن صحابہؓ میں سے کسی صحابیؓ کو اس کلام کی مخالفت کرتے نہیں سنا اور نہ دیکھا اور نہ ہی کسی نے اس بات میں ان کی تکذیب کی۔"

ابن مسعودؓ قرآن کے سب سے زیادہ عالم اس لئے بھی تھے کہ حضرت جبرئیلؑ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بار قرآن کا دورہ کرتے لیکن وفات شریف کے سال اسی ماہ میں دوبار دورہ کیا اور ان دونوں دوروں میں ابن مسعودؓ موجود تھے۔

(استیعاب)

اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنات کو تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو بھی آپ ساتھ تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے اس فضل وکمال سے کتنے لوگوں کو کس قدر فیض پہنچا۔ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس آفتاب مسعود کی روشنی نے تمام علماء کے دلوں کو روشن کیا اور ہر دل میں اس کا پُرنور اور چمک تھی اور اسی نور سے جہل کی تاریکی کافور ہوئی اور آپ کے علمی چشمہ سے تمام اسلامی دنیا سیراب ہوئی۔

اسرار الانوار میں ہے کہ

"کوفہ میں ابن مسعودؓ کے حلقہ درس میں ایک وقت چار ہزار طلبہ شریک ہوتے تھے جناب امیرؓ جب کوفہ تشریف لائے اور ان کے استقبال کے لئے ابن مسعودؓ مع اپنے شاگردوں کے باہر آئے تو تمام میدان طلبہ سے بھر گیا تھا۔ جناب امیرؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ابن مسعودؓ! تم نے تو کوفہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب (سانگھڑ)

گناہ کیونکر معاف ہو سکتے ہیں؟

(۱)

وہ اعمال صالح جن کی بدولت اللہ تعالےٰ بندوں کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔ ان میں سرفہرست ایمان باللہ ہے۔

ایمان

"ایمان کی برکت سے نیکیاں ملیں گی۔ اور بُرائیاں معاف ہوں گی" (موضح القرآن)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(العنکبوت ۔ آیت ۷)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کے گناہوں کو ان سے دُور کر دیں گے۔ اور انھیں ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے۔

حاصل کلام جو ایمان لا کر عمل صالح کرے گا اس کے گناہ دُور کر دیے جائینگے

(۲) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(التغابن آیت ۸ ۔ ۹ ۔ ع ۱)

ترجمہ:۔ پس اللہ پر اور اس کے رسُول پر ایمان لاؤ۔ اور اس نور پر جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ۔جس دن تمھیں جمع ہونے کے دن جمع کرے گا۔ وہ دن ہارجیت کا ہے۔ اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس سے اس کی برائیاں دُور کر دے گا۔ اور اسے بہشتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیات مذکورۃ الصدر میں بیان ہے۔

(۱) کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ۔

(۲) اس کے (آخری) رسول (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ۔

(۳) اس کے نازل کئے ہوئے نور یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ۔

(۴) جو عمل تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ سب جانتا ہے۔ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں

(۵) قیامت آنے والی ہے۔ اس دن سب کو جمع کرے گا۔ نیک اور بد اعمال کا حساب و کتاب ہوگا۔

(۶) وہ مومن جو عمل صالح بجا لائیں گے اللہ ان کی بُرائیاں دُور کردے گا۔ اور انہیں بہشت میں داخل کرے گا۔

حاصل کلام ایمان لانے کے بعد عمل صالح کا بجا لانا عین فرض ہے۔ اور ان کی بدولت اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے گا۔ اور بہشت عطا فرمائے گا۔

اعمال صالح بجا لاتے وقت اول فرائض کی ادائیگی کا نہایت اہتمام رکھنا چاہیئے۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بعد:۔

(۱) نماز پڑھنا (۲) زکواۃ دینا (۳) حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا ارکانِ اسلام میں سے ہے۔

حدیث:۔ جس نے اللہ کو اپنا رب اسلام کو اپنا دین اور محمدؐ کو اپنا رسولؐ مان لیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھا۔

(مشکوٰۃ ۔ کتاب الایمان)

حدیث میں وارد ہے کہ:۔

(۱) نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھ کر دوسرے وقت کی نمازوں کا انتظار کرنا۔

(۲) اور جماعتوں کی طرف پیدل چلنا۔

(۳) اور ناگواری کی حالت میں پانی سے وضو کرنا گناہوں کا کفارہ ہیں۔

(۳) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

(آل عمران ۔ آیت ۱۹۳ ۔ ع ۲۰)

ترجمہ:۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سُنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ۔ سو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخشدے اور ہم سے ہماری برائیاں دُور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

یعنی یہ ایمان کی طرف دعوت دینے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ ہم نے آپؐ کی بات مان لی۔ اور ایمان لانے کے بعد آپؐ کی تابعداری کی۔ اے ہمارے رب! اب ہمارے عیوب پر پردہ ڈال اور ہمارے گناہ دُور کردے اور ہمیں صالح اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانیؒ

(۱) (پکارنے والا) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے بڑی اونچی آواز سے دنیا کو پکارا۔ یا قرآن کریم جس کی آواز گھر گھر پہنچ گئی۔

(۲) (ایمان لیئے رب پر لاؤ) پہلے ایمان عقلی کا ذکر تھا۔ یہ ایمان سمعی ہوا۔ جس میں ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن بھی درج ہو گیا۔

(۳) (گناہ بخش دے ۔ برائیاں دُور کر) "یعنی ہمارے بڑے بڑے گناہ بخش دے۔ اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے۔ اور جب اٹھانا ہو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کرکے دُنیا سے اٹھالے۔"

حاصل کلام دُعا کے پیرائے میں ہمیں فرما دیا:۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم قرآن مجید اور اس کی عملی شرح حدیث شریف میں دئیے انہیں مان لینا چاہیئے۔

(۲) اللہ اور اس کے رسولؐ اور قرآن پر ایمان لانا چاہیئے۔

(۳) اور اس کوشش میں لگے رہنا چاہیئے کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ اور ابرار اور نیکوں کا ساتھ مرنے کے بعد نصیب ہو۔ یاد رہے یہ تب نصیب ہوگا جب دنیا میں ان حضرات کے ساتھ بود و باش رکھیں گے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلیں گے (المرء مع من احب وانت مع من احببت) ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

اللہ کا ڈر

اللہ سے ڈرنا بھی بخشش اور گناہ دُور ہونے کا ذریعہ ہے۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

اَلْعَظِیْمِ ہ (الانفال آیت ۲۹)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمھیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا - اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا - اور تمہیں بخش دے گا - اور اللہ بڑے فضل والا ہے -

"یعنی اگر خدا سے ڈر کر راہِ تقویٰ اختیار کرو گے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کر دے گا - دنیا میں بھی، کہ تم کو عزت دے گا - اور ان کو ذلیل یا ہلاک کریگا جیسے بدر میں کیا - اور آخرت میں بھی کہ تم نعیم دائم میں رہو گے - اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا - وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (یٰسٓ رکوع ۴) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ (المرسلات رکوع ۱) دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے حق تعالےٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا - جس سے تم ذوقاً و جداناً حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کر سکو گے اس کے علاوہ ایک بات حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے کہ شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے حضورؐ سے مخفی کافروں پر احسان کریں کہ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال کو مکہ میں نہ ستاویں، سو پہلی آیت میں خیانت کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہو جائے گا - تمہارے گھر بار کافروں میں گرفتار نہ رہیں گے -"

(حضرت شیخ الاسلام مولانا عثمانیؒ)

(۲) ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ہ (الطلاق آیت ۵)

ترجمہ:- اور یہ اللہ کا حکم ہے جو تمہاری طرف نازل کیا ہے - اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے - اور اسے بڑا اجر بھی دیتا ہے -

"جملہ جملہ کے بعد اتقاء اور اللہ کے ڈر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے - تاکہ پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو کہ عورتوں کے معاملات میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے -" (حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۳) وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ہ (المائدہ آیت ۶۵)

ترجمہ:- اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے - اور ضرور انہیں نعمت کے باغوں میں داخل کرتے -

مذکورۃ الصدر آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر اللہ کا ڈر اور پرہیزگاری اختیار کی جائے تو برائیاں دور ہوتی ہیں -

قابل غور حقیقت ہے کہ جب ہمارا خالق اللہ تعالےٰ ہے - اور مر کر پھر اسی کے پاس جانا ہے تو آخر اس دنیا میں اس سے کیوں نہ ڈریں -

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ہ (الشعراء آیت ۱۸۴)

ترجمہ:- اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی خلقت کو بنایا -

اِعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ہ (الاعراف آیت ۶۵)

ترجمہ:- اللہ کی بندگی کرو - اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں - سو کیا تم نہیں ڈرتے؟

اللہ کا ڈر ہی کامیابی کی کلید ہے -

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ہ (النور آیت ۵۲)

ترجمہ:- اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے - بس وہی کامیاب ہونے والے ہیں -

الحاصل کامیابی کا پروگرام یہ ہے:-

(۱) اللہ کا ہر حکم مانے، ہر امر اور نہی پر کاربند رہے - حیلے بہانے یا غلط تاویل کرکے بے عملی کا پہلو نہ نکالے -

(۲) خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل کرے - آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق ساری زندگی بسر کرے -

(۳) اللہ سے ڈرتا رہے - اور اس ڈر کا نتیجہ یہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے -

(۴) نافرمانی سے بچے -

یاد رہے کہ اللہ کا ڈر اور پرہیزگاری ہی کامیابی اور عزت کا معیار ہے -

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ:- بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے -

اور ان پرہیزگاروں کا قرآن کریم ہی دستور العمل ہے - هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ (البقرہ آیت ۲) یعنی قرآن کریم پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے -

حضرت مولانا شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:- "یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں - ان کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے - کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا اس کو امور مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت و معصیت کی ضرور تلاش ہوگی - اور جس نافرمان کے دل میں خوف بھی نہیں اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت کا کیا اندیشہ"

جناب مولانا محمد علی صاحب (خوشاب)

اصلاحِ اخلاق

جب اللہ تعالےٰ کو کسی کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو اس کی نظر کو اس کے عیبوں کی طرف پھیر دیتا ہے۔ اس طرح اس کے عیب اس پر پوشیدہ نہیں رہتے۔ جب عیب معلوم ہو جائیں تو علاج آسان ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر انسانوں کو اپنے عیب نظر نہیں آتے۔ اُن کو دوسروں کے معمولی عیب نظر آتے ہیں۔ لیکن اپنے بڑے عیب دکھائی نہیں دیتے۔ اگر اپنے عیب تلاش کرنے ہوں تو ان چار طریقوں سے تلاش کریں۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ جو ہادیٔ نفس کے عیوب جان سکتا ہو۔ اس کے سامنے بیٹھئے۔ اور اپنے آپ کو تزکیہ کے لئے اس کے حوالے کر دیجئے۔ اور وہ جو مجاہدہ بتلائے اس کے مطابق عمل کرے۔ یہ مرید کا مرشد کے ساتھ تعلّق ہے۔ مرشد روحانی امراض اور ان کا علاج دونوں بتلا دیتا ہے۔ مگر اس وقت ایسے مرشد کمیاب ہیں۔ اگرچہ نایاب نہیں ــــ!

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی اپنے عقلمند کو کہے کہ میرے احوال اور افعال کو دیکھتے رہئے۔ پھر میرے افعال اور اخلاق ظاہری و باطنی میں سے جو قابلِ مذمت ہوں۔ ان سے مجھ کو مطلع کیجئے۔ اکابر دین متین اسی طرح کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو مجھ کو میرے عیب بتلائے۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے اپنے عیوب دریافت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت سلمان فارسیؓ آپ کے پاس آتے۔ تو آپ اُن سے دریافت فرماتے۔ کہ کیا میرے متعلق کوئی ایسی بات آپ تک پہنچی ہے جو تمہیں بُری معلوم ہوئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اس بات سے مجھ کو معاف رکھئے۔ لیکن آپ نے باصرار دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ نے اپنے دسترخوان پر دو سالن جمع کئے۔ اور آپ کے پاس دو لباس ہیں ایک رات کا اور ایک دن کا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اور سُنا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان دونوں کے متعلق تسلی رکھیں۔ ان کی ایک وجہ ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہؓ سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ منافقین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں۔ یہ بتلا دیجئے کہ میرا نام تو منافقین کی فہرست میں نہیں ہے۔ سبحان اللہ! باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ اپنے نفس کو اس قدر متہم کرتے تھے ــــ!

یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہو گا۔ وہ عیب کمتر کریگا اور سب سے زیادہ اپنے نفس کو ڈانٹے گا۔

مگر اس زمانہ میں ایسا دوست ملنا دشوار ہے کہ منہ پر عیب ظاہر کرے۔ آجکل دوست حاسد اور خود غرض ہیں وہ خوبیوں کو بھی عیب بتلاتے ہیں یا خوشامد سے عیب چھپاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت داؤد طائی نے لوگوں سے کنارہ کر لیا تھا۔ جب کسی نے پوچھا کہ لوگوں سے آپ کیوں نہیں ملتے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ایسے لوگوں کو مل کر کیا کروں جو میرے عیب مجھ سے پوشیدہ رکھیں۔ غرضیکہ بزرگانِ دین کی یہی عادت تھی کہ دوسرے کے بتلانے پر اپنے عیبوں پر متنبہ ہوتے۔ مگر اب ایسا وقت آ گیا ہے کہ جو کوئی نصیحت کرے اور ہمیں ہمارے عیب بتلائے اس کو دشمن سمجھا جاتا ہے یہ علامت ضعف ایمان کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب مسلمانوں کو راہ راست پر لائے اور ہم سب کو اپنے عیبوں پر مطلع ہونے اور ان کا علاج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز اس بات کی بھی توفیق دے کہ جو شخص ہمیں ہمارے عیب بتلائے ہم اس کے ممنون اور مشکور ہوں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے عیب دشمنوں کی زبانی معلوم کرے۔ اس لئے کہ وہ لوگ عیوب تلاش کرنے کے دَر پے رہتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے۔ کہ انسان اس معاملہ میں دوستوں کی نسبت دشمنانِ عیب جُو سے زیادہ نفع حاصل کر سکتا ہے کیونکہ دوست محبّت اور خوشامد کی وجہ سے عیب ظاہر نہیں کرتے۔ مگر انسان کی فطرت ہے کہ دشمن کو جھوٹا اور اس کی باتوں کو مبنی پر حسد جانتا ہے لیکن اہلِ بصیرت دشمنوں کے قول سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہ عیبوں کو ہی بیان کرتے ہیں۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں میں جو بُری بات نظر آئے تو اپنے نفس کو اس پر متنبہ کرے۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہوتا ہے۔ گویا مومن کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اپنے عیب معلوم کرکے ان کو دُور کرنے کی کوشش کرے۔ یہ طریقہ علاج بہترین ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ آپ کو ادب کِس نے سِکھایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جاہل کی جہالت مجھ کو بُری معلوم ہوئی۔ اس لئے میں نے اس سے کنارہ کشی کی۔ یہ طریقہ ان لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے۔ جن کو مرشد کامل نہ ملے۔ جس کو مرشد کامل مِل جائے وہ اس کی صحبت میں مدّت مدیدہ تک رہ کر اس سے اپنے نفس کا تزکیہ کرائے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجّد کی کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اسی میں ہے۔ کہ آپؐ نے دورانِ نماز میں جو دُعائیں اللہ تعالےٰ سے اپنے لئے مانگیں ان میں سے ایک دعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔

ترجمہ:۔ اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی طرف راہنمائی کر۔ تیرے سِوا کوئی بہتر اخلاق کی طرف راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور بُرے اخلاق کو مجھ سے ہٹا دے۔ تیرے سوا مجھ سے برائی اخلاق کوئی نہیں ہٹا سکتا۔

بقیۂ

عالمی بحران

(ص۳ سے آگے)

دونوں مُلکوں کے فوجی افسروں نے "کوئی خاص" بات چیت کی ــ ادھر متحدہ عرب جمہوریہ نے روس سے ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے کی بات طے کر لی ہے کہا جا رہا ہے کہ حالات خطرات سے خالی نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ عربوں کو نظرِ بد سے بچائے۔

جنوبی امریکہ کا کیوبا بھی لاینحل ہوتا جا رہا ہے۔ روسی ذرائع کا کہنا ہے۔ کہ اس پر حملہ کرنے کی امریکی تیاریاں مکمّل ہو گئی ہیں۔ بہرحال آج عالمی بحران میں اتنا اضافہ ہُوا ہے۔ جتنا پہلے کبھی نہ تھا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ

فاطمہ بنت عبداللہ



"عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی"
یہ چند اشعار علامہ اقبال کی نظم فاطمہ بنت عبد اللہ سے متأثر ہو کر لکھے گئے۔

فاطمہ تو عظمتِ اسلام کی تصویر ہے
ترُبتِ جنّت نشاں کی لَوح پر تحریر ہے

غازیانِ دین کو پانی پلانے کا صِلہ
جاودانی زیست اور جامِ شہادت سے مِلا

کمسنی میں یہ شہادت کسقدر دِلسوز ہے
دعوتِ ذوقِ عمل لیکن حیات افروز ہے

ماہِ کامل سے ہے بڑھ کر نامِ تابندہ ترا
لاتقولو٭ سے شباب و حسن ہے زندہ ترا

حسن جو صحراؤں میں پل کر جواں ہونے کو تھا
سُرخیٔ خونِ شہیداں سے مبدّل ہو گیا

دُخترِ تہذیبِ حاضر کو مگر معصوم جاں!
مائلِ اخلاق شاید ہی کرے یہ داستاں

اسکی آنکھوں سے حیا کی سُرخیاں عنقا ہوئیں
"آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں"

اے ریاضؔ ہرگز نہ ہمکو یہ فضا راس آئیگی
"محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی"

فاطمہ تیرے لہو میں موجزن تقدیس تھی
تو پرستانِ عرب کی اک نئی بلقیس تھی

دل مرا تیری عقیدت کے نشے میں چور ہے
اور آہِ صبحدم میں یہ دُعا مستور ہے

"آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے"
نورِ حق ہر دم ترِی مرقد پہ تابانی کرے

٭ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ

عبدالغفور ریاضؔ



بقیہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (صـ۱۳ سے آگے)

کو علم و فقہ سے بھر دیا اور یہ شہر تمہاری وجہ سے علم کا مرکز اور معدن بن گیا۔"

علامہ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ:

"فن تاریخ میں سب سے بڑے امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابن مسعودؓ کے سوائے ایسا نہیں ہوا کہ جس کے درس سے نامور علما نکلے ہوں اور اس کے مذہب اور فتویٰ کے ساتھ یہ اعتنا کیا گیا ہو کہ ان کو حرف بحرف لکھا ہو۔"

البتہ ابن مسعودؓ کے درس سے بڑے بڑے جلیل القدر اور بڑے بڑے نامی علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور ان کے مذہب اور فتاویٰ پر ایسی توجہ کی گئی کہ تمام قلمبند کئے گئے۔

اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خلیفہ اور

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

کے حقیقی مصداق بنے۔

ازالۃ الخفا صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ ابن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کے لئے اپنے بعد قرأت القرآن اور فقہ و تذکیر میں ان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام صحابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف ان کو زیادہ حاصل تھا۔"

انسان کی علمی ترقی کا یہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ وہ علم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہو اور بلاشک حضرت ابن مسعودؓ کی نسبت

اِنَّکَ غُلَیْمٌ مُعَلَّمٌ۔

کی پیشگوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی حرف بحرف پوری ہوئی۔

وَکَفٰی بِالْمَرْءِ ھٰذَا فَخْرًا وَّکَرَامَۃً وَّشَرَفًا وَّذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوا لْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

اور آپؓ ہی ہمارے امام الاعظم نعمانؒ بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْجَنَّۃِ

(آمین!)

خدام الدین لاہور
کی توسیع اشاعت ایک قومی فریضہ ہے!

بقیہ:

اصحابِ کہف

(صـ۱۱ سے آگے)

(۳) حضرت ابو درداءؓ نے کہا۔ حضور انورؐ نے فرمایا۔ جو شخص سورہ کہف کی اوّل تین آیات پڑھے گا۔ وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا۔

(۴) حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف کی تلاوت کرے گا۔ اس کے واسطے دوسرے جمعہ تک ایک نور روشن کر دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ فضائل قرآن)

لارڈ ولیم میور اپنی تاریخ کلیسیا کے چھٹے باب میں صفحہ ۲۴۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ "کہتے ہیں افسس کے رہنے والے سات جوان ڈیشیش کے ظلم کی سختی سے شہر چھوڑ کر پاس ہی کسی غار میں جا چھپے تھے۔ اور وہاں دوسو برس تک برابر سوتے رہے۔ اور پھر جب جاگے اور ان میں سے ایک شہر میں گیا تو وہ وہاں تمام حاکم و محکوم کو پورا عیسائی دیکھ کر نہایت تعجّب میں آیا۔ یہ نقل اصحاب کہف کی قرآن میں بھی بہت سی خیالی باتوں کے ساتھ مل کر مذکور ہوئی ہے۔ اس میں اس خواب کے ایام ۲۰۹ برس لکھے ہیں۔ پس اس کو جس طرح سمجھے مبالغہ صاف ہے۔ گبن کی کتاب کے ۳۳ باب کا آخر دیکھئے۔"

بقیہ

مجلسِ ذکر

(صـ۷ سے آگے)

اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا۔ لَا کی تلوار سے اس کا گلا کاٹ دو۔ مشق کرنے سے یہ چیز آ جاتی ہے۔

دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ میری جماعت کو ان امراض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ریاء جب آئے۔ تو سب کا گلا کاٹ دیا جائے خدانخواستہ زندگی میں تنبیہ نہ ہوا۔ تو مرنے کے بعد سامنے آئیں گی۔ میں نے علاج آپکو بتا دیا ہے۔ مشق کریں گے تو ہو جائے گا۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ میرے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ۔

بقیہ:- بچوں کا صفحہ

نوعمر صحابہؓ کا حفظ قرآن و حدیث

(صـ۱۹ سے آگے)

بھی ساتھ لا رہے تھے۔ زید بھی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ زید کہتے ہیں۔ کہ میں حضور کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ نجار کا ایک لڑکا ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے سترہ سورتیں قرآن پاک کی حفظ کر لیں۔ حضور نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔ میں نے سورۃ قٓ حضورؐ کو سنائی حضورؐ کو میرا پڑھنا پسند آیا۔ حضور اقدسؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجنے ہوتے تھے۔ وہ یہود ہی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہود کی جو خط و کتابت ہوتی ہے۔ اس پر مجھ کو اطمینان نہیں کہ گڑ بڑ نہ کر دیتے ہوں۔ تو یہود کی زبان سیکھ لے۔ زید کہتے ہیں۔ کہ میں پندرہ دن میں ان کی زبان عبرانی میں کامل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے بعض لوگوں کو سریانی زبان میں خطوط لکھنے پڑتے ہیں۔ اس لئے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔ (فتح ۔ اصابہ)۔

بچّوں کا صفحہ

نوعمر صحابہؓ کا حفظ قرآن وحدیث

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمدّ زکریّا صاحب مظاہر علوم (سہارنپور)

حضرت ابن عبّاسؓ

حضرت عبداللہؓ بن عباس فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر پُوچھو۔ میں نے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا ہے۔ دُوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں اخیر کی منزل پڑھ لی تھی (بخاری فتح)

ف۔ اس زمانے کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانے میں ہم لوگ غیر زبان والوں کا۔ بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے مع تفسیر کے پڑھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت ابن عباسؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہیں۔ کہ بچپن کا یاد کیا ہوُا بہت محفوظ ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر کی حدیثیں جتنی حضرت عبداللہ بن عبّاس سے نقل ہیں۔ بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہوں گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قرآن کے بہترین مفسّر ابن عبّاس ہیں۔ ابو عبدُ الرحمٰن کہتے ہیں کہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے۔ اس کے بعد دُوسری دس آیتیں اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے جب تک پہلی دس آیتوں کے موافق علم اور عمل نہیں ہو جاتا تھا (منتخب کنز) تیرہ سال کی عمر تھی جس وقت کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوُا۔ اس عمر میں جو درجہ تفسیر و حدیث میں حاصل کیا وہ کھُلی کرامت اور قابلِ رشک ہے کہ امام تفسیر ہیں اور بڑے بڑے صحابہؓ تفسیر ان سے دریافت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حضورؐ ہی کی دُعا کا ثمرہ تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم استنجے تشریف لے گئے، باہر تشریف لائے تو لوٹا بھرا ہوُا رکھا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کس نے رکھا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ابن عباس نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ خدمت پسند آئی اور دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا فہم اور کتاب اللہ کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ و سلّم نوافل پڑھ رہے تھے۔ یہ بھی نیّت باندھ کر پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ہاتھ سے کھینچ کر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اس کو برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد حضورؐ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ ذرا سا پیچھے ہٹ گئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا۔ عرض کیا۔ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ کے برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔ حضورؐ نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی دُعا دی۔ (اصابہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ :۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان عابد اور زاہد صحابہ میں تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائے گا۔ آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھرا جائیں گی۔ بدن کا بھی حق ہے۔ اہل و عیال کا بھی حق ہے۔ آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اپنی قوّت اور جوانی سے منتفع ہونے کی اجازت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! بہت کم ہے۔ مجھے اپنی جوانی اور قوّت سے متمتّع ہونے کی اجازت دیجئے۔ غرض اسی طرح عرض کرتا رہا۔ اخیر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔ ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے۔ تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضورؐ کی احادیث کا لکھا ہوُا تھا۔ جس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو سُنتا اس کو لکھ لیا کرتا۔ تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضور بہر حال آدمی ہیں۔ کبھی غصّہ اور ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے۔ ہر بات نہ لکھا کرو۔ میں نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو۔ اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے غصّہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی (مسند احمد بن سعد)

ف۔ حضرت عبداللہ بن عمرو باوجود اس قدر زاہد و عابد ہونے کے کہ، کثرت عبادت میں ممتاز شمار کئے جاتے ہیں پھر بھی حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں۔ بجز عبداللہ بن عمرو کے کہ وہ لکھتے تھے۔ میں لکھتا نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات حضرت ابوہریرہؓ سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں۔ جس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ لیکن اس زمانے میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔

حضرت زید بن ثابتؓ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ میں ہیں۔ جو اپنے زمانے میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ بالخصوص فرائض (تقسیم میراث وغیرہ) کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منوّرہ میں فتوٰی، قضا، قرأت میں ان کا شمار چوٹی کے لوگوں میں تھا۔ جب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر بچے تھے۔ گیارہ برس کی عمر تھی۔ اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم جب ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضر خدمت رہے تھے اور حصول برکت کے واسطے بچّوں کو (بقیّہ بر صفحہ ۱۸)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۳۰۲۷/۲۴۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا